آنیماری شمل: ایک عظیم مستشرقہ

سہیل ممتاز خان
اسسٹنٹ پروفیسر اردو
گورنمنٹ دیال سنگھ کالج، لاہور

ANNEMARIE SCHIMMEL: A GREAT ORIENTALIST

Sohail Mumtaz Khan
Assistant Professor of Urdu
Govt Dayal Singh College, Lahore

Abstract

Annemarie Schimmel is one of the great Orientalists of 20th century. She was a learned scholar and was fluent in many eastern and western languages. She travelled around the globe to conduct research and deliver lectures mainly on the Sufi tradition of Islam. She worked throughout her life to bridge intellectual gap between the East and the West. The paper covers the interests of this world renowned Orientalist chiefly concerned to her all her life.

Keywords:
لوئی میسیوں، نکلسن، آنیماری شمل، مستشرقین، جرمنی، فارسی، اردو، برصغیر، پاکستان

آنیماری شمل (ا) کا تعلق مستشرقین کے اس خانوادہ سے ہے جو اسلام اور بانی اسلام کی بابت ایک متوازن اور بڑی حد تک مخلصانہ رویہ رکھتا ہے، اور ان کے ہاں اس کا بڑا سبب، وہ ابتدائی نشو ونما اور گھر کا کشادہ ماحول تھا جس کے سبب ان کی انفرادی صلاحیتوں کو جلا حاصل ہوئی ۔ وہ لوئی میسی یوں (Louis Massignon)، رینالڈ آلین نکلسن (Reynold Alleyne Nicholson)، پروفیسر ایڈورڈ گرینول براؤن (Edward Granville Browne)، مارما ڈیوک پکھتل (Marmaduke) Pickhtal)، اے۔ جے۔ آربری (Arthur John Arberry)، رینے گنوں المعروف عبدالواحد یحییٰ (Rene Guenon) علی ساندرو بوسانی (Alessandro Bausani)، فرد یوف شوں المعروف عیسیٰ نورالدین (Frithjof Schoun)، مارٹن لنگز المعروف بہ ابوبکر سراج الدین (Martin Lings)، حامد الگر (Hamid Algar) اور ولیم سی چیٹک (William C Chittick) کی مانند مسلم دنیا میں معروف ومقبول رہیں ۔ ان میں سے بعض مستشرقین نے اسلام قبول کیا اور بعض نے اسلام کی حقانیت کی بابت اہم مباحث پیش کیے ۔ یہ رجحان انیسویں اور بیسویں صدی میں تواتر سے جاری رہا ۔ شمل کے والدین کا تعلق پروٹیسٹنٹ فرقہ سے تھا تاہم دیگر مذاہب اور ثقافتوں کی بابت ان کا طرز فکر وسعت اور اپنائیت اختیار کیے ہوئے تھا۔

مشرق اور بالخصوص اسلام سے ذاتی لگاؤ کے اسباب جہاں تہذیبی اور معاشرتی تھے وہیں ایک بڑا سبب، اُس پُرشور عہد کی مجموعی ملکی اور عالمی فضا تھی جو جرمن معاشرہ کو تسلسل سے متاثر کر رہی تھی؛ اگرچہ شمل کا سن کم تھا اور وہ ٹھیک طور سے عالمی افق پر موجود منظرنامہ کو دیکھ نہ سکتی تھیں تاہم مسلمانوں اور عربی زبان سے انسیت کے پس پردہ جنگ عظیم اوّل کے جملہ نتائج اور وقوعات تھے جن سے اغماز برتا ممکن نہیں ۔ اس عالمی جنگ میں ترک اور جرمن اقوام متحد تھیں اور نتیجتاً ترکوں کو خلافت اور ایک بڑے ارضی ٹکڑے سے نہ صرف محروم ہونا پڑا بلکہ اپنی بقا کی بے مثل قیمت بھی ادا کرنا پڑی ۔ اس سے کسی قدر جداانداز میں جرمن قوم نے بھی شکست کا بار اٹھایا ۔ غرض دونوں قوموں کی مشترک عسکری کاوش اور ایک سے دل گرفتہ نتائج کی ارزانی، ان کے مابین پہلے سے موجود تہذیبی، ثقافتی، سیاسی اور علمی روابط کے فروغ میں معاون ہوئی ۔

شمل نے جس فضا میں شعور کی آنکھ کھولی وہ بڑی حد تک دینِ اسلام، عربی زبان اور ترک قوم کی بابت ایک مثبت انداز لیے ہوئے تھی ۔ جرمن قوم، مغرب کی دیگر اقوام کے برعکس اسلام، مسلم تصوف اور مشرقی روحانیت کو بہ نظر تحسین دیکھ رہی تھی ۔ خشک فلسفیانہ افکار اور ہمسایہ اقوام کی حد سے بڑھی ہوئی مادیت کہ جس کی ایک صورت نو آبادیاتی منڈیاں تھیں سے بیزار ہوتے ہوئے جیکب رائسکے، ہیمر پرگسٹل، آگسٹ ووں پلیٹن، فیڈرش رکرٹ اور گوئٹے ایسے نابغہ روزگار نے مشرق کی جانب محبوبیت سے نگاہ کی اور ان کا یہ دیکھنا تحصیلِ علم

اور روحانی بالیدگی و پاکیزگی کے لیے تھا جس سے وہ جرمن قوم میں ایک نیا تموج پیدا کرنا چاہتے تھے۔ مشرق میں جرمنی کی ایک کالونی بھی نہ تھی۔ حافظ شیرازی، مولانا روم اور دیگر اکابر شعرا کا تواتر سے ترجمہ ہو رہا تھا، یہاں تک کہ جرمنی میں غزل کہی جا رہی تھی اور جرمن شعرا اردو شاعروں کے تتبع میں تخلص برت رہے تھے۔ سچ یہ ہے کہ فارسی اور ترکی ادب، جرمن ادبا کے لیے دلپذیری اور حیرت و استعجاب کے آثار لیے ہوئے تھا۔ وہ حافظ اور مولانا روم کے مداح تھے اور خود شمل کے ہاں ان جملہ شرقی علوم اور اسلامی تہذیب و ثقافت سے وابستگی کے متعدد اسباب تھے۔ قریباً سات برس کی عمر (موسم سرما ۱۹۲۹ء) میں شمل کی نظر سے ایک مختصر کلام "الناس نیام فاذا ماتوا، انتبھوا" گزرتا ہے جس سے وہ تمام عمر متاثر رہیں یہاں تک کہ بعد از مرگ یہی کلام ان کی قبر کے تعویز پر کندہ ہوا۔ شمل کو کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ جس مختصر عبارت سے وہ مسحور و محظوظ ہوئیں وہ مسلمانوں کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے۔ شمل تمام عمر نبی اکرم ﷺ کی مداح رہیں اور ان سے محبت و مودت کا تعلق قائم رکھا۔ پندرہ برس کی عمر (اکتوبر ۱۹۳۷ء) میں عربی زبان سیکھنے کا جذبہ شدت سے پیدا ہوا، اور اسے عملی جامہ پہنایا۔ غرض یہ وہ مجموعی تہذیبی و معاشرتی فضا تھی جس نے شمل کے ذوق کو ایک رخ پر آگے بڑھایا اور بیسویں صدی کی اہم اور ممتاز مستشرقہ کی حیثیت سے اقوامِ عالم اور بالخصوص مسلم دنیا میں متعارف کرایا۔ اس ضمن میں شمل کے سربرآوردہ اساتذہ کرام کی جس قدر تفصیل بیان کی جائے وہ کم ہے۔ شمل ان کا ذکر کرتے ہوئے ہمیشہ اک گونہ طمانیت اور سکونِ قلبی محسوس کرتی تھیں۔ یہ وہ اساتذہ تھے جنھوں نے شمل کے ہاں وسیع المشربی اور کشادہ فکری منظرنامہ کو مرتب و مجسم کیا اور شمل کی توجہ تاریخِ مذاہبِ عالم، مسلم الٰہیات و تصوف، تہذیب و ثقافت، منصور حلاج، مولانا روم اور سیرتِ محمد ﷺ کی جانب مبذول کرائی۔ شمل کی بعض کتب اس اعتبار سے، اُن کے اساتذہ کی دین قرار دیا جا سکتا ہے کہ وہ (اساتذہ کرام) موضوع خاص پر، پہلے ہی سے اہم اور گراں قدر کام کر چکے تھے۔ اس بابت ان کی معروف کتاب
Deciphering the Signs of God-A Phenomenological Approach to Islam
کو خاص طور سے دیکھا جا سکتا ہے جس میں اسلام کی تصریح مظہراتی طور ہوئی۔ یہ کتاب شمل کی دیگر اہم کتب کی مانند، اُن کے دیے گئے محاضرات کا حاصل ہے:

> Nevertheless, I believe that the phenomenological approach is well suited to a better understanding of Islam, especially the Model which Friedrich Heiler developed in his comprehensive study Erscheinunfsformen und Wesen der Religion (Stuttgart 1961) , on whose structure I have modelled this book.(۲)

شمل نے، اسلام کا جمالیاتی پہلو خواہ اس کا تعلق صوفیانہ رقص سے ہو یا خطاطی سے، الغرض اسلامی ناموں، سماع اور دنیا بھر میں ہونے والی متصوفانہ، حمدیہ اور نعتیہ شاعری کے اعلیٰ نمونوں کا دلپذیر اور خوش کن چناؤ کیا۔ انیسویں صدی میں بعض مستشرقین کے ہاں مشاہدہ کی جانے والی مثبت تبدیلی شمل کے جملہ افکار پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ جرمن استشراق کا متوازن انداز نظر، اس ضمن میں، ایک بنیاد گذار کی سی حیثیت رکھتا ہے۔

شمل نے اپنے بعض پیش روؤں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کچھ اس انداز سے اسلام کی تعبیر پیش کی کہ جرمن جریدہ 'فکروفن' کے ایڈیٹر اسٹیفن وائیڈنر لکھنے پر مجبور ہوئے:

> It was Annemarie Schimmel's great strength and at the same time her great weakness that she never regarded the Orient soberly, but always viewed it instead with loving infatuation, an infatuation based on an idealized rather than a real Orient.(۳)

خواجہ میر درد اور شاہ عبداللطیف بھٹائی کی شخصیت اور افکار کی بابت ایک متوازن مطالعہ بعنوان Pain and Grace-A study of two mystical writers of eighteenth-century Muslim India دیکھا جا سکتا ہے جو اٹھارویں صدی عیسوی کی دو اہم صوفی شخصیات کے پھیلے ہوئے متصوفانہ افکار کا احاطہ کرتا ہے۔ شمل نے اس کتاب میں خواجہ میر درد کی حیات اور ان کے علمی و فکری عرفان کا ابلاغ، اہل مغرب کے لیے کمال مہارت سے کیا اور بجا طور پر انھیں صاحب حال اور صاحب قال قرار دیا۔ کتاب کے متعدد حصے ان کے بسیط مطالعے کی لائق ذکر نظیریں لیے ہوئے ہیں؛ تاہم کتاب کا اسلوب بعض ناقدین کے ہاں تنقید کا ہدف بنا اور کہا گیا کہ اتنے اہم موضوع پر ان کا طرز تحریر کسی بھی طور تشفی بخش نہیں؛ علاوہ ازیں بعض اشعار کی تشریح اور مقامات کے بیان میں فروگزاشتیں بھی ہوئی ہیں۔ مجموعی طور پر یہ کتاب اپنا بھرپور تہذیبی و متصوفانہ پس منظر پیش کرتے ہوئے اہل مغرب کو مذکورہ صوفی شخصیات سے متعارف کرانے میں کامیاب رہتی ہے۔ خاص طور سے خواجہ میر درد کے ضمن میں یہ ایک چنیدہ کاوش کہی جا سکتی ہے کہ ان کی بابت مغرب میں بہت کم پڑھنے کو ملتا ہے۔ کتاب کا حصہ دوم جو شاہ عبداللطیف بھٹائی سے متعلق ہے، میں سوانحی مواد کی کمی خاص طور سے کھٹکتی ہے۔ قاری ان کے افکار و نظریات سے بڑی حد تک شناسا ہوتا ہے لیکن ان کی زندگی کے جملہ معاملات اور زمانی مدارج سے قریباً نابلد رہتا ہے۔ سندھ دھرتی سے شمل کی محبت سب پر عیاں ہے اور یہ ان کی والہانہ عقیدت ہی تھی کہ وہ ٹھٹھہ کے مکلی قبرستان میں دفن ہونا چاہتی تھیں تاہم والدہ کے انتقال پر ان کی رائے تبدیل ہوئی اور وہ ان کے پہلو میں جرمنی کے شہر بون (BONN) میں آسودہ خاک ہوئیں۔

اسداللہ خاں غالب کے بارے میں ان کی کتاب

A Dance of Sparks- Imagery of Fire in Ghalib's Poetry

اپنے موضوع اور مواد ہر دو اعتبار سے شمل کی نمایاں کاوش قرار دی جا سکتی ہے۔اس میں جہاں غالب کی حیات اور ان کے شعری خیالات مذکور ہوئے، وہیں خاص طور پر ان کی فارسی شاعری مبحث کا حصہ بنی ہے اور گراں قدر معلومات کی دستیابی، پڑھنے والے کو محظوظ کرتی ہے۔اس کتاب میں جملہ تہذیبی وثقافتی عناصر بیان کرنے کی شعوری جستجو متاثر کن ہے۔رقص جو کتاب کا ایک طرح سے بنیادی موضوع ہے، کی بابت شمل کا تبحر، زیرکی اور عمق، مطالعہ کو سزاوار ہے۔شمل نے مختلف النوع ثقافتوں میں موجود رقص کی اہمیت اور تعبیریت کو احسن انداز پر واضح کیا اور یوں رقص محض حرکات وسکنات کا ایک معمولی تفاعل ہی نہیں رہتا بلکہ عشق وسرمستی اور وارفتگی کا ایک بلیغ استعارہ بن جاتا ہے۔

شمل نے غالب کے متعدد فارسی وار دو اشعار پیش کیے اور ان کے ترجمہ وتشریح میں فنی نزاکتوں کا اظہار کیا۔غالب کی شاعری میں موجود تمثالِ آتش کو جامع اور بھرپور تسلسل سے نمایاں کرتے ہوئے لائقِ اعتنا نظیریں پیش کیں اور اپنی ہر دلعزیز شخصیت منصور حلاج اور غالب کی بابت اہم نکات مندرج کیے:

> Since Ghalib stands in a line with Bedil, Nasir Ali, and the Delhi tradition of poetry and to a certain extent, mysticism, it is small wonder that he has taken up the Hallajian imagery to apply it in a most ingenious way. The idea that the lover must delight in his afflictions constitutes one of his main topics. By means of an expression employed frequently by the folk poets, he speaks of the' goblet of Mansur'-a word which reminds the reader of intoxication' by the wine of love, and he knows that to speak the truth-or to utter the word haqq,'Divine Truth'-will indispensably lead man to the gallows---(۴)

اشعار کے تراجم میں شمل سے بعض مقامات پر فروگزاشتیں ہوئیں۔ان کی بابت ڈاکٹر تحسین فراقی اپنے مضمون بعنوان "این میری شمل بحیثیت غالب شناس ---چند معروضات" (مباحث۔لاہور) میں تفصیلاً گفتگو کر چکے ہیں۔یہ کتاب علمی اور فکری نکات کے سبب تفہیم غالب کے سلسلہ کی اہم کڑی ہے؛ اور جس مقصد کے لیے ان کا انتخاب ہارورڈ یونیورسٹی میں ہوا، یہ اس کا خوبصورت اظہار ہے۔

شمل کی شناخت کا ایک معتبر حوالہ فکرِ اقبال کی تجسیم ہے۔ شمل نے متعدد زاویہ ہائے نظر سے دانش اقبال کو پرکھا اور ان کے درست مقام و مرتبہ کو نشان زد کیا۔ مشرق کے وہ صوفی شعرا جن کے شعری سرمائے سے شمل تواتر سے مستفیر ہوئیں، ان میں فریدالدین عطار، سنائی، جامی، رومی، ناصر خسرو اور خواجہ میر درد ایسی نابغہ روزگار شخصیات شامل ہیں؛ تاہم وہ قد آور شخصیت جو مولانا روم کے بعد شمل کو بے حد متاثر کرتی ہے وہ ڈاکٹر محمد اقبال ہیں۔ اقبال نے اپنے عہد کی اہم علمی شخصیات سے مکالمہ کیا اور یہ شے فکری سطح پر شمل کو اقبال کے نزدیک لے آئی۔ سنائی، مولانا روم، حلاج اور گوئٹے وہ اہم ہستیاں ہیں جن کی بابت گفتگو کرتے ہوئے شمل، اقبال کو جالیتی ہیں اور ان میں اگر مزید تخصیص ہو تو رومی اور گوئٹے کے بعد اقبال ہی مرکزِ نگاہ بنتے ہیں۔ مولانا روم کی تعلیمات سے شمل عمر بھر کو مستفید رہیں؛ ان کے وسیلہ سے وہ عشق کے تکوینی لزوم اور کائنات کی پراسراریت پر متفکر نظر آئیں۔ اسلام کا جمالیاتی مطالعہ اسی عظیم ہستی کے سبب معرض میں آیا۔ مولانا روم، عشق کی وارفتہ کیفیات کے بیان میں، عطار کے برعکس نسوانی پیرایہ استعمال کرتے ہیں۔ اضطراب کا یہی بڑا رنگ اقبال کے تصورِ عشق میں گھل جاتا ہے اور عشق فکرِ اقبال کا اہم جز بن کر ان کی شعری کائنات کو اجالتا ہے۔ درحقیقت اقبال، شمل کے نزدیک، مولانا کے افکار کی ایک طرح سے توضیح ہیں اور صرف عشق ہی اس فکری اشتراک کا واحد حوالہ نہیں بلکہ خودی اور تصورِ شاہین کا استنباط بھی مولانا کے تصورات سے ہوا۔ ان علامتوں کا مصدر مولانا کی مثنوی تھی۔

جاوید نامہ میں مولانا روم، اقبال کا تعارف بطور ''زندہ رُود'' کراتے ہیں۔ گوئٹے نے یہ الفاظ اپنی ایک نظم جو ۱۷۷۳ء میں لکھی، نبی محترم ﷺ کے لیے استعمال کیے۔ (۵)

شمل کی کتاب Gabriel's Wing: A Study into the Religious Ideas of Sir Muhammad Iqbla مسلم عقیدہ وایقان کو سمجھنے کی ایک بلیغ کاوش ہے۔ اس کے جملہ موضوعات، ایمان ویقین کی سطح پر، فکرِ اقبال کو نمایاں کرتے ہیں، اور یہ واضح ہے کہ شمل کا مقصود اقبال کے افکار کی تصریح سے زیادہ مسلم عقائد کی تعبیر وتشریح تھا۔ فکرِ اقبال کو تمام جہات کے مع پیش کرنا اگر ان کا مطمحِ نظر ہوتا تو مذکورہ کتاب کی ابواب بندی یکسر مختلف ہوتی۔ یہ ایک مشکل اور منفرد تجربہ تھا اور اگر شمل محدود مطالعہ کی حامل ہوتیں تو اِس کدوکاوش میں بُری طرح ناکام ہو جاتیں۔ ان کا فراخ الٰہیاتی مطالعہ، متصوفانہ مباحث سے لائق ذکر شناسائی اور مسلم تاریخ، تہذیب وتمدن سے فکر افروز آگاہی انھیں اس تجربے کی ناکامی سے مامون رکھتی ہے۔ اقبال کے تصورات سے متعلق قریباً ہر نوع کی گفتگو، بین السطور، موجود ہے اور ان کا مکاشفاتی دروبست بڑی حد تک ملفی ہے۔ اقبال کا تصورِ عشق، تصورِ زمان ومکاں، خودی، ملت اسلامیہ کی شعوری وسیاسی بیداری ان تمام نکات کو شمل نے مبحث کا حصہ بنایا اور ان کا موازنہ مغربی فلاسفہ اور نابغہ روزگار شخصیات سے کیا۔

شمل کا یہ کہنا ہے کہ جب اقبال اپنے خطبات پیش کر رہے تھے تو عین اسی دور میں سویڈن کے لتھورین بشپ
تو رآندرے بھی اقبال سے مماثل افکار کا پرچار کر رہے تھے۔ شمل، تو رآندرے کی سیرت پر موجود ایک اہم
کتاب Mohammed-The Man and His Faith کی معترف ہیں۔

فکرِ اقبال کی تصریح میں شمل، ارسطو، افلاطون، سنائی مولانا روم، منصور حلاج، ملا باقر، لوئی میسیوں،
نطشے، مارٹن بیو، ہنری برگسان، ہیگل، کانٹ، کارل مارکس اور رودولف پان وٹز ایسی شخصیات کو سامنے لاتی ہیں
اور شمل کی موضوعِ بحث کتاب کا قابلِ قدر حصہ، ان شخصیات کا فکرِ اقبال سے تقابل پر مشتمل ہے۔ ان لائقِ
ذکر ہستیوں کی بابت گفتگو کرنا آسان نہ تھا۔ شمل نے یہ بارِ گراں اٹھا کر اپنے عمیق مطالعے کا ثبوت فراہم کیا جو
لائقِ ستایش ہے۔ غرض یہ علمی و تحقیقی جستجو شمل کو دیگر محققینِ اقبال سے ممتاز کرتی ہے اور انھیں عارفینِ اقبال
میں ایک بلند درجہ عطا کرتی ہے۔

اقبال کے ضمن میں بعض نکات کی بابت شمل کو غیر ضروری طور پر طنز و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا۔
تسامحات ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیش کیے گئے اور ان کا علمی مقام گھٹانے کی کوشش متعدد بار کی گئی۔ اس نوع کی ایک
کاوش سید عبدالواحد کی جانب سے کی گئی۔ انھوں نے اپنے مقالہ ''بالِ جبریل از این میری شمل'' میں جس
انداز پر شمل کی تحقیر کی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ منصبِ نقد سے منحرف ہوئے۔ مقالہ میں محترم عبدالواحد
کے جملہ مطالبات کسی بھی طور موزوں معلوم نہیں ہوتے:

> ''اقبال نے مرنے سے عین قبل اپنے بھائی سے کہا تھا: میں مسلمان ہوں اس لیے موت
> سے کیا ڈروں گا۔ ڈاکٹر شیمل کو چاہیے تھا کہ وہ ان الفاظ سے ہی اپنے موضوع کی ابتدا کرتیں
> اور بتاتیں کہ اقبال نے اسلام کی روح کو کس طرح سمجھا تھا۔'' (۶)

ڈچ مستشرق جین گونڈا کا مرتب کردہ سلسلہ A History of Indian Literature کی جلد
ہشتم (حصہ سوم) بعنوان Classical Urdu Literature from the beginning to Iqbal شمل
نے ترتیب دیا۔ یہ کتابی صورت میں تاریخِ ادبِ اردو کا اہم تحقیقی مطالعہ ہے اور دکنیات اس کا وہ خاص جز ہے
جس پر فاضل مصنفہ کی دقتِ نظری قاری کو بہر طور متاثر کرتی ہے۔ اردو زبان کے آغاز و آثار کی بابت اہم تحقیقی
مباحث مختلف کتب میں مندرج ہیں۔ تاہم جو شے اس کتاب کو ممیز کرتی ہے وہ اس کے مصادر و منابع ہیں جو
متعدد اہم مستشرقین کی تحقیقی کاوشوں کا حاصل ہیں۔ غرض شمل کا یہ تفحص کئی زاویوں سے منفرد معلومات کا احاطہ
کرتا ہے اور اس سے جہاں ان کی علمی بصیرت کا احساس ہوتا ہے وہیں ان کی ادب فہمی، مباحث کے مزید
در وا کرتی ہے۔ فارسی، عربی، سندھی، پشتو، انگریزی اور جرمن ادب کے علاوہ اردو ادب پر بھی وہ لائقِ ذکر
دستگاہ رکھتی تھیں۔ کلاسیکی اردو ادب کو جس بہتر انداز پر انھوں نے جانچا اور غزل، نظم اور مرثیہ کو عہد بہ عہد جملہ

تنوعات اور مع پس مناظر کے جس خوبی سے پیش کیا، اس پر بجا، داد کی مستحق ہیں۔ شمل کا اردو ادب کی بابت اعتماد سے گفتگو کرنے کا ایک بڑا سبب وہ مشرق شناسی اور ادب فہمی تھی جو گارساں دی تاسی، ارنسٹ ٹرمپ اور ٹی گراہم بیلی ایسی شخصیات کے وسیلہ سے جڑ پکڑ کر چھتنار درخت کی صورت انھیں مسلسل سایہ فراہم کرتی رہی۔ شمل ان شخصیات سے باقاعدہ مستفید و مستنیر ہوئیں۔ امانت لکھنوی کی اندر سبھا کا تبدل بہ زبانِ جرمن انیسویں صدی کے قریباً وسط میں ہوا، اور یوں اردو کا تعارف جرمن استشراق میں مسلسل نمو پاتا رہا۔

جین گونڈا کے نزدیک شمل کا یہ تحقیقی کام طبع زاد نہیں یعنی وہ اس بسیط کد و کاوش کی کارپرداز نہیں بلکہ ایک طرح سے مرتبہ ہیں۔ تاہم جین گونڈا، ان مصنفین کی بابت خاموش ہیں جنھوں نے ان تھک محنت اور دقتِ نظری سے تاریخ ادب پر اپنی کارگزاری پیش کی اور نہ ہی کوئی ایسی نظیر شمل کی جانب سے پیش ہوئی۔ موضوع بحث کتاب، اب شمل کے حوالہ سے ایک حقیقی وجود رکھتی ہے۔ اس لیے، اس میں موجود مواد بھی شمل کا پیش کردہ تسلیم ہوگا۔ اس کے اچھے برے ہونے کے من جملہ اثرات، شمل کی ادب شناسی پر براہِ راست اور برابر جتے رہیں گے۔

کلاسیکی متون کی جانچ میں شمل نے اپنی بہترین صلاحیتوں کا اظہار کیا۔ شعرا کے شعری تراجم پیش کیے اور بیشتر موقعوں پر برمحل نظائر مندرج کرنے میں کامیاب رہیں۔ شعرا کا تقابل اور تہذیبی و سیاسی پس منظر کی تفہیم بہتر انداز پر کی۔ اہم نکات کی بابت اسانید کا لائق ذکر استنباط قاری کو محظوظ کرتا ہے اور یہ آئندہ کے محققین کو بہتر زاویہ نظر فراہم کرتا ہے۔ ایک علمی اور تحقیقی کام کے لیے اسناد کس انداز پر پیش ہونی چاہیں، اسے دیکھنا ہو تو اس کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اشعار کے تراجم میں موجود تسامحات اور بعض اہم شخصیات کی بابت نامکمل گفتگو، اردو ادب کے قاری کو کھٹکتی ہے اور اس پر اگر کچھ بہتر کام کیا جاتا تو یقیناً سراہا جاتا۔ میر امن اور منشی پریم چند کے بارے میں موجود گفتگو نامساعد اور مختصر ہے یعنی ان مشاہیر کے جملہ کمالات مشتہر نہیں ہوتے اور لگتا ہے کہ فاضل مصنفہ ان شخصیات کی کارگزاریوں سے بے خبر رہیں اور اس کا بڑا سبب ان کا متنوع موضوعات سے نبرد آزما ہونا ہے جو ان کے ہاں تحقیقی سطح پر نقص پیدا کرتا ہے اور ہمیں ان کی تحریروں میں کہیں کہیں غلط تاریخی نکات مندرج نظر آتے ہیں۔ شمل کے بسیط موضوعات ان کے علمی و تحقیقی معاییر کی نفی بھی کرتے ہیں کہ ایک عالم کے لیے بہ یک وقت الٰہیات و تصوف، تاریخ و تمدن، ادب اور فنون لطیفہ پر گفتگو کرنا آسان نہیں۔ شمل کی یہ خواہش تھی کہ مغرب، مشرق کے جمالیاتی اور متصوفانہ اطوار و اقدار سے مستفید ہو۔ جو شے اُنھیں اپنے معاشرہ میں کمیاب محسوس ہوئی اسے مشرق میں جا ڈھونڈا اور پھر اسی کے تعارف اور اظہار میں عمرِ عزیز صرف ہوئی۔ شمل نے چاہا کہ مشرق اور بالخصوص مسلم تہذیب و ثقافت کا ایک ایسا مربوط اور پھیلا ہوا منظر نامہ پیش ہو جو اہل مغرب کو نہ صرف پسند آئے بلکہ اس کی ادعائیت اور تنوع میں

مغرب ایک قدم آگے بھی بڑھے۔غرض وہ اسلام اور پیغمبر آخر حضرت محمد ﷺ سے اک گونہ نسبت اور مؤدت رکھتی تھیں اور باوجود اس کے کہ انھیں اپنا مادری مسلک وعقیدہ حد درجہ عزیز تھا، وہ اسلام کے بارے میں اپنی محبت کا اظہار تواتر سے کرتی رہیں۔شمل کی یہ جملہ کاوشیں مشرق کو مغرب سے ملانے کے لیے تھیں۔یہ کام رکا نہیں تاہم جس جاں سوزی، دردمندی سے شمل نے اسے پروان چڑھایا وہ اب کمیاب ہے۔ان کی یہ پر خلوص کوشش رہی کہ مشرق اور بالخصوص اسلام کے بارے میں مغرب کا انداز نظر تبدیل ہو۔صدیوں کو محیط بغض وعناد اور مخاصمت کا خاتمہ ہو۔اسلام کا جمالیاتی پہلو،صوفیانہ شاعری اور فنون لطیفہ کے وسیلہ سے نمایاں ہو اور اس جستجو میں وہ بڑی حد تک کامیاب ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(ا) این میری۔شمل کا درست جرمن تلفظ ''آنیا ماری شمل'' ہے۔

الفاظ کے معانی اور تلفظ کی درست ادائیگی کے لیے آن لائن لغات، دائرۃ المعارف اور دیگر اہم ویب سائٹس سے مقدور بھر استفادہ کیا گیا۔ان میں جو لغات تواتر سے دیکھی گئیں اُن میں اُردو لغت (Urdulughat.info) اُردو انگلش لغات (urduenglishdictionary.org)، آکسفورڈ (en.oxforddictionaries.com) کیمرج، جرمن۔انگریزی لغت (dictionary.combridge.org/dictionary/qermom-english) ادائیگی تلفظ اور معنی کے لیے (irowtopronounce.com/qerman اور لینجشی (en.langenscheidt.com/qerman-english)شامل ہیں۔

(۲) Schimmel, Annemarie. Deciphering the Signs of God: A Phenomenological Approach to Islam. Lahore, Pakistan: Sang-e-Meel Publications, 2006. P. vii

(۳) Weidner, Stefan. On the Threshold of a new Epoch Art and Thought- Fikrun wa Fann. 42st (3rd) year 79.4(June 2004 November 2004) P.63

(۴) Schimmel, Annemarie. Pain and Grace- A Study of two Mystical Writers of Eighteenth-Century Muslim India. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2003.P.104

(۴) www.dawn.com/news/1375639

(۶) یوسف بخاری،سیّد۔مترجم۔بال جبرئیل از اینے میری شمل۔عبدالواحد،سید (تبصرہ نگار)۔اقبال ریویو،شمارہ۲، جلد۱۲، جولائی ۱۹۷۱ء،ص۸۹